تحریکات شیخ الہند رحمہ اللہ

تحت الاشراف

استاد محترم مفتی ساجد الرحیم صاحب دامت برکاتہ

جمع وترتیب

وقار احمد

فاضل کلیۃ الفنون، جامعۃ الحسن ساہیوال

2020.21/1441.42

تاریخ اندراج:1442-08-23/02021-04-07

انتساب

اپنے پیارے آقا نبی کریم ﷺ کے نام

جن کی شفاعت سے مغفرت کی امید ہے

اور میرے حضرت سید امین االدین پاشا

دامت برکاتہم کے نام، اسی طرح اپنے

اساتذہ، بالخصوص حضرت مولانا مفتی

ساجد الرحیم، مفتی عبد الماجد اور مفتی

ادریس صاحب کے نام، اور میرے

والدین کے نام، اللہ تعالیٰ اس کوشش

کو قبول فرمائے۔

(آمین)

انگریز کی ہندوستان میں آمد:

ہندوستان جب سولھویں اور سترھویں صدی عیسوی میں داخل ہوا تو آسمان سیاست پر درخشاں آفتاب بن کر چمک رہا تھا کہ اچانک اسے نظر بدلگ گئی اور انگریز اس سرزمین پر سامان کسوف بن کر نمودار ہوا انگریز بغرض تجارت ہندوستان آیا تو ہندوستان کے بادشاہوں نے اپنی روایات کے مطابق ان کی خوب مہمان نوازی کی اور ہر قسم کی سہولیات ان کو فراہم کی صرف داخلہ کی اجازت نہیں دی بلکہ تجارت، سکونت کے لیے رہائش اور شہریت تک ان کو دے دیں۔ رفتہ رفتہ انگریز پورے ہندوستان میں پھیل گیا اور ہندوستانی تجارت پر قابض ہو گیا۔ بالآخر انگریز نے 1700 عیسوی تک اپنے اقتدار کے اثرات پورے ہندوستان میں پھیلا دیے حتی کہ 1757 عیسوی میں نواب سراج الدولہ پر حملہ کر کے اپنی ملک گیر حکومت شروع کر دی اور یہ نشہ ان کا ایسا بڑھتا گیا کہ 1803 عیسوی میں انہوں نے بادشاہ ہندوستان سے جبرا یہ بات منظور کروالی (خلقت خدا کی، ملک باشاہ کا اور حکومت کمپنی بہادر کی) اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی حکومت پر دستخط بھی کروالیے۔

ہندوستانی علماء کا فیصلہ:

ہندوستانی علماء ان سب چیزوں کو دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھتے رہتے تھے۔ حکام سلطنت کی غفلت، بے پروائی اور بزدلی نے علماء ہند کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ اب اس ناجائز اور ناحق حکومت کے خلاف عوام الناس کو متنبہ کیا جائے اور ملک گیر تحریک کا آغاز کیا جائے۔

انگریز کے خلاف جہاد کا فتوی:

چنانچہ شاہ عبد العزیزؒ نے اس حکومت کے خلاف جہاد کر کے آزادی حاصل کرنے کا فتوی دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ تحریک شعلہ بن کر پورے ہندوستان میں پھیل گئی، 1824 عیسوی میں اس تحریک کی عملی کارروائیاں مغربی سرحد میں شروع ہوئیں، یہ کارروائیاں گزشتہ بیس سالہ محنت کی نتیجہ تھیں لیکن منافقوں کی سازشوں اور انگریزوں کی چالبازیوں نے اس تحریک کو دبانا شروع کر دیا، بالآخر 1830 عیسوی میں چھ سال کی کارروائیوں کے بعد مجاہدین اسلام کو شکست ہوئی اور یہ تحریک آزادی تقریباً فیل ہو گئی۔

تحریک آزادی کے بعد مجاہدین پر انگریز کے مظالم:

تحریک آزادی میں شریک لوگوں پر ایک عرصہ تک بے انتہاء مظالم ڈھائے گئے اور ہندستان کے اندر عام لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہو گیا۔ ان مظالم کے نتیجے میں 1857 عیسوی میں ہندو مسلم مشترکہ طور پر انگریز کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور جہاد شروع کر دیا۔ لیکن یہاں بھی اپنوں کی عیاری نے جیتی ہوئی جنگ کا پانسہ پلٹ دیا اور ہندوستانیوں کو شکست ہوئی۔

1857 کے بعد کے مظالم:

انگریز نے پھر سے مظالم ڈھانا شروع کر دیے۔ بے شمار لوگوں کو پھانسیاں دی، بہت سوں کی جائدادیں ضبط کر لیں گئیں۔ مجاہدین اسلام کو تو درختوں پر لٹکایا گیا اور بہت سوں کو نہروں کے پل پر کھڑا کر کے گولیوں سے بھون کر نہروں میں بہا دیا گیا۔ یوں ہندوستانی ایک بار پھر سے تاریکیوں کے اندھیروں میں ڈوب گئے۔ ان مظالم کے بعد ہندوستانی اپنی جنگی صلاحیت گنوا بیٹھے۔

آئینی جدوجہد کا آغاز اور ناکامی:

1857 کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہندوستانیوں نے ایک آئینی جدوجہد کا آغاز کیا اور 1885 میں کانگریس کی بنیاد رکھی گئی۔ کانگرس کی رفتار بہت دھیمی اور اس کے مقابلے میں انگریز تیز رفتاری سے سازشوں میں (اپنے اس نعرہ کو مد نظر رکھتے ہوئے: ”تفریق کرو، لڑائی کرواؤ اور حکومت کرو“) مصروف عمل تھا، انہیں سازشوں کا نتیجہ تھا کہ بنگال میں ہندو مسلم فسادات پھوٹ پڑے اور بنگال تقسیم ہو گیا، ان حالات نے ہندستانیوں کے دلوں میں عام بے چینی پیدا کر دی۔

مسلمانوں کے لیے مزید بے چینی کا سامان ان واقعات نے مہیا کیا کہ کانپور کی مسجد کا حادثہ پیش آیا جس میں سڑک نکالنے کے بہانے سے مسجد کا ایک حصہ گرا دیا گیا، کلکتہ میں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی توہین، جنگ طرابلس اور بلقان اور عالم اسلام کے ممالک کو تقسیم کر کے کمزور کر دیا گیا، ان سب باتوں نے مسلمانوں کو بہت بے چین کر دیا۔

حالات زمانہ پر شیخ الہند کی نظر:

تمام صورتحال جو 1857 کے بعد پیدا ہو گئی تھی اس پر شیخ الہند گہری نظر رکھے ہوئے تھے۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

"حضرت مولانا شیخ الہند رحمہ اللہ جن کی گہری نظر واقعات عالم اور بالخصوص ہندوستان اور ترکی پر زیادہ مرکوز رہتی تھی، ان واقعات سے اس قدر متاثر ہو گئے تھے کہ ان کے لیے آرام وچین حرام ہو گیا تھا اور گویا وہ اپنے اختیار سے نکل گئے۔ ہم ان سے (شیخ الہندؒ) بار بار ان مضامین کو سنا کرتے تھے"

(نقش حیات:2/ 141 مکتبہ میزان لاہور)

شیخ الہندؒ میں انگریزی اقتدار کو فنا کر دینے کا جذبہ:

انگریز کے مظالم اتنے بڑھ گئے تھے کہ ہر ہندوستانی یہ خواہش رکھتا تھا کہ انگریز کو اس ملک سے بھگا کر ان کے اقتدار کا خاتمہ کر دینا چاہیے۔ یہی جذبات شیخ الہندؒ کے تھے۔ ان جذبات کو مزید تقویت کس طرح ملی اس کی تفصیل کے لیے ہم حضرت مولانا حسین احمد مدنی کا اقتباس نقل کرتے ہیں:

"۔۔۔۔ مولانا مرحوم کو تعلیم تربیت کا شرف حضرت قاسم صاحب اور مولانا رشید احمد قدس اللہ اسرارہما اور حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے حاصل تھا۔ سالہا سال ان کی خدمت عالیہ میں انتہائی اخلاص اور شغف بلکہ عاشقانہ جذبات کے ساتھ رہنا ہوا تھا اور ان حضرات کی وہ مکمل ہستیاں تھیں، جنہوں نے 1857 میں علم آزادی بلند کر کے شاملی، تھانہ بھون وغیرہ پر سے انگریز کا اقتدار ختم کر دیا تھا، ان کے سینوں میں ہمیشہ آزادی اور جہاد کی مبارک آگ سلگتی رہتی تھی، اس لیے حضرت شیخ الہندؒ میں انگریزی اقتدار کے فنا کر دینے کا جذبہ مستقل طور پر ہونا طبعی امر ہو گیا تھا۔ علاوہ ازیں چونکہ حضرتؒ کو قدرت کی فیاضیوں سے ایسا قلب عطا ہوا تھا

جس میں انسانی غیرت، وطنی اور قومی حمیت، اخلاص اور للّٰہیت، اسلامی ہمدردی وغیرہ کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی تھی۔۔۔۔"(1)

حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک آزادی شروع کرنے پر آمادگی:

انگریز کی ہندوستان میں عام لوٹ کھسوٹ اور انسانیت سوز مظالم، بلقان اور طرابلس کے بے چین کر دینے والے ہولناک واقعات نے حضرت شیخ الہندؒ کو اس بات پر آمادہ کر دیا تھا کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہندوستان سے انگریز کے اقتدار کو ختم کر دیا جائے۔

چنانچہ حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں:

"بلقان اور طرابلس کے دل گداز اور ہولناک مظالم اور اندرون ہند کی روز افزوں چیرہ دستیوں اور شرمناک وحشت اور بربریت، لوٹ کھسوٹ کی فروانی نے انتہائی درجہ میں مایوس اور مضطرب کر دیا اور آمادہ کر دیا تھا کہ عواقب اور نتائج سے بے نیاز ہو کر میدان انقلاب میں سر بکف، کفن بردوش نکل پڑیں"(2)

1۔(نقش حیات:2/142 میزان لاہور)　　2-(ایضا)

شیخ الہندؒ نے ایک اکیلے اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے کام شروع کر دیا۔

ابتداء میں درپیش چیلنجز: حضرت شیخ الہندؒ نے جس وقت اس تحریک آزادی کا آغاز کیا تو اس وقت حالات یہ تھے کہ اپنے ہی ناصح بن کر حضرت کے سد راہ بنے اور کیوں نہ بنتے انگریز نے مظالم اتنے کیے تھے کہ کوئی آزادی کا خواب بھی دیکھ لیتا تو پتہ پانی ہو جاتا، ہندوستانیوں پر خوف اور دہشت اس قدر مسلط کر دیا گیا تھا کہ حضرت مدنیؒ فرماتے تھے:

"بہت سے نفوس میں اللہ تعالی کا خوف اس قدر نہ پایا جاتا تھا جتنا کہ انگریز کا خوف مستولی تھا"

چاروں طرف سے سی آئی ڈی کا جال بچھا ہوا تھا اور چھوٹی چھوٹی باتیں انگریز حکمرانوں کو پہنچ جاتی تھیں۔ آزادی کا نام سن کر لوگ کانوں پر ہاتھ رکھ لیتے تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے ان سب مسائل کے باوجود تحریک کا آغاز کر دیا اور اپنے تلامذہ، خاص ساتھیوں اور مریدوں کو اپنا ہم خیال بنانا شروع کر دیا۔ بڑے بڑے ملاؤں اور مریدوں سے تو ناامید ہو چکے تھے۔

حضرت مدنیؒ فرماتے تھے:

"ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ مشہور مولویوں اور پیروں سے امید نہیں رکھنی چاہیئے اور فرماتے تھے کہ بعض

اہل اللہ نے مجھے یہ نصیحت کی تھی "وجہ ظاہر تھی کہ ان کو اپنی بڑائی کی وجہ سے بہت زیادہ خطرات لاحق ہو جاتے ہیں۔ اس لیے اپنے تلامذہ اور مریدوں کو ہم خیال بناتے رہے"۔(1)

شیخ الہند کی تحریکات کی ابتداء

1297ھ بمطابق 1880 عیسوی میں حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے ایماء پر حضرت شیخ الہندؒ نے "انجمن ثمرۃ التربیت "(تربیت کا پھل) قائم کی۔

اس کے مقاصد یہ تھے:

1. حضرت سید احمد شہیدؒ کی یہ خواہش تھی کہ ایران، افغانستان اور قبائلی علاقوں میں اتحاد قائم ہو جائے اور یہ سب ایک نظریہ پر متفق ہو جائیں یہی مقصد اس تنظیم کا بھی تھا۔

1۔(نقش حیات:2/143: میزان لاہور)

2. ہندوستان کے مسلمان بھی ایک نظریہ پر متفق ہو جائیں۔ اسی جذبہ کو ڈاکٹر مختار احمد انصاری، حکیم اجمل خاں ر، مولانا محمد علی اور مولانا ابو الکلام آزادؒ نے آگے بڑھایا۔ مشرقی علوم کی بڑی یونیورسٹی دار العلوم دیوبند اور مغربی علوم کی بڑی یونیورسٹی علیگڑھ یونیورسٹی کے درمیان رابطہ قائم ہو گیا۔
3. برادران وطن کو بھی اس میں شامل کرنا چاہیے چنانچہ راجہ مہندر پرتاب اور ان کی پارٹی سے رابطہ اسی نظریہ کا عملی پہلو تھا۔
4. ہر جگہ کے لوگ تبدیلی کے متمنی تھے اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے جمعیۃ الانصار کا قیام عمل میں لایا جائے۔

جمعیۃ الانصار کا قیام

جمعیۃ الانصار کا قیام "ثمرۃ التربیت" کی محنت کا نتیجہ تھا۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی نظامت اور چھ، سات ممبروں پر مشتمل مجلس منتظمہ کے ساتھ 1909 عیسوی میں قائم ہوئی۔

اس کے مقاصد یہ تھے:

أ. مدرسہ دیوبند کا انتظام کرے اور اس کو بہتر بنائے۔
ب. مدرسہ کے لیے رقم کا انتظام کرے۔
ج. دیوبند میں جن عقائد کی تعلیم دی جاتی ہے، ان کی تبلیغ کرے اور انہیں فروغ دے۔
د. دوسرے مقامات پر بھی ایسے مدرسے قائم کرے۔(1)

ان تحریکات میں شیخ الہندؒ کے ساتھ سب سے زیادہ کام کرنے والے مولانا عبید اللہ سندھی تھے، جو حضرت کے نو مسلم فدائی اور خاص استاد کے شاگرد تھے، اسی وجہ سے انگریزوں نے جب رولٹ رپورٹ پیش کی، تو اس میں بتایا گیا کہ مولانا محمود حسنؒ کو ان تحریکات پر آمادہ کرنے میں عبید اللہ کا ہاتھ تھا، "حالانکہ شیخ الہندؒ فرمایا کرتے تھے کہ معاملہ اس کے برعکس تھا میں نے مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو اس کام کے لیے آمادہ کیا تھا۔"(2) سندھ سے اسی کام کے لیے بلوایا تھا، ایک مقصد یہ بھی تھا کہ سندھ سے رابطہ قائم ہو جائے۔

دارالعلوم دیوبند کا جلسہ:

1991 عیسوی میں "ثمرۃ التربیت" اور "جمعیۃ الانصار" کے مقاصد کو عوام الناس کے ذہنوں میں منتقل کرنے کے لیے ایک عظیم الشان جلسہ فضلائے کرام دارلعلوم دیوبند کی دستار کے سلسلہ میں منعقد کیا گیا، جس کا انتظام بہت ہی اعلی درجہ کا تھا، اس جلسہ میں تقریبا30،000 ہزار

1۔(علماء ہند کا شاندار ماضی:5/216،215:مکتبہ رشیدیہ)

2۔(نقش حیات 2/146:مکتبہ میزان لاہور)

لوگوں نے شرکت کی۔ ہندوستان کی عوام اس قسم کے جلسوں سے ناآشنا تھی۔ اسی طرح انگریز بھی اس جلسہ کو دیکھ کر چوکنا ہو گئے۔

صاحب زادہ آفتاب احمد خاں نے یہ تجویز پیش کی کہ علیگڑھ کے طلبہ عربی پڑھنے دارالعلوم آیا کریں اور دارالعلوم کے طلبہ انگریزی پڑھنے علیگڑھ جایا کریں۔ اس تجویز کو دونوں کے درمیان ربط پیدا کرنے لیے پیش کیا گیا تھا، لیکن اس کے نتائج بہت خراب تھے پہلی دفعہ جو علیگڑھ کے طلبہ دارالعلوم آئے تو ان میں ایک انیس نامی لڑکا بھی تھا جس نے جاسوسی کر کے شیخ الہندؒ کو گرفتار کروایا تھا۔

جمعیۃ الانصار کا مراد آباد کا اجلاس:

مراد آباد شہر میں 15،16 اور 17 اپریل 1911 عیسوی کو جمعیۃ الانصار کا اجلاس ہوا۔ اس اجلاس سے قبل اجازت کے لیے کلکٹر صاحب کے پاس حضراتؒ گئے، ان دنوں مراد آباد میں طاعون پھیلا ہوا تھا اسی بناء پر کلکٹر نے اجازت نہ دی لیکن ان حضرات نے کہا کہ آپ اجازت دے دیں طاعون ختم ہو جائے گا، کلکٹر صاحب کو ان حضراتؒ کی بات پر ایسا یقین آیا کہ اس نے اجازت دے دی۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اجلاس کے بعد طاعون بھی ختم ہو گیا۔ سبحان اللہ!

اجلاس کی اندرونی کہانی:

اس اجلاس میں مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے فرمایا:

"۔۔۔۔جن لوگوں نے جمعیت کے بلند مقاصد پر نظر فرما کر شیخ چلی کے خیالات سے تشبیہ دی تھی، وہ بے شک

ہماری خستہ حالی اور بے سروسامانی کے اعتبار سے درست تھی۔ لیکن میں معاف کیا جاؤں اگر یہ کہوں کہ انہوں نے ہمارے بزرگوں کی ہمت اور اخلاص، اور توجہ الی اللہ کا ہرگز کافی طور پر اندازہ نہ کیا تھا"۔(1)

مولانا احمد حسن امروہی نے فرمایا:

"بعض نئی روشنی کے شیدائی کہتے ہیں کہ جمیۃ الانصار، اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کی نقل ہے، لیکن یہ بات ہرگز صحیح نہیں، جمیۃ الانصار کی تحریک تقریباً تیس سال پہلے شروع ہوگئی تھی اور اس کے بانی مدرسہ عالیہ کے وہ طالب علم تھے جو آج علوم کے سرچشمہ اور آفتاب ہیں اور جن کی ذات بابرکت پر زمانہ آج جس قدر ناز کرے بجا ہے"۔(2)

ان کی مراد شیخ الہندؒ تھے۔

1۔(علماء ہند کا شاندار ماضی:5/198:مکتبہ رشیدیہ) 2۔(ایضا)

دارالعلوم دیوبند میں جمیۃ الانصار کی وجہ سے اختلافات:

جمیۃ الانصار کے قیام کے بعد دارالعلوم مرکز سیاست بننا شروع ہو گیا، ترکی کے لیے چندہ کرنے طلبہ کو بھیجا جانے لگا، انگریزوں کی مصنوعات کے بائیکاٹ کی تبلیغ کے لیے بھی طلبہ کو بھیجا جانے لگا، یوں دارالعلوم کی انتظامیہ حرکت میں آئی کیونکہ ان کو یہ لگنے لگا تھا کہ اگر یوں ہی چلتا رہا تو دارالعلوم کی بقاء خطرہ میں پڑ جائے گی، مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور دیگر اساتذہ کے درمیان اختلافات ہو گئے۔ حضرت سندھیؒ کو دارالعلوم سے الگ ہونا پڑا۔

نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کا قیام:

یکم نومبر 1913ع کو نے دیوبند سے تعلق منقطع ہو جانے کے بعد نظارۃ المعارف قائم کیا، جس کا مقصد انگریزی پڑھے طلبہ میں عربی کا شوق پیدا کرنا تھا، لیکن حضرتؒ کی کابل ہجرت کے بعد چند سال یہ ادارہ چلتا رہا بالآخر 25 جون 1916ع کو اس کا وجود ختم ہو گیا۔

دارالعلوم سے الگ ہونے کے بعد بھی حضرت شیخ الہندؒ اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے تعلقات میں کوئی فرق نہیں آیا، خفیہ ملاقاتیں بدستور جاری رہیں، حضرت آگے کام کی ترتیب بتایا کرتے تھے اور حضرت سندھی گذشتہ کی کارگزاری سنایا کرتے تھے۔

شیخ الہندؒ کی تحریکات ہندوستان سے باہر:

ثمرۃ التربیت کے مقاصد میں یہ بات بھی تھی کہ سرحد، افغانستان، ایران اور سلطنت عثمانیہ کو ایک نظریہ پر متفق کر کے انگریز کے خلاف جہاد کی دعوت دی جائے۔ ایران کے بادشاہ نے توخود اس کام کی دعوت دی جبکہ سرحد اور قبائلی علاقوں میں مولانا عزیر گل ؒ اور مولانا سندھی ؒ نے تحریک آزادی کی بات چلائی اور افغانستان میں مولانا عبید اللہ سندھی ؒ نے سات سال وہاں گزار کر اس تحریک کو آگے بڑھایا۔

حضرت شیخ الہند ؒ کی تحریک سرحد اور قبائلی علاقوں میں:

حضرت مولانا نجم الدین مرحوم ؒ المعروف بہ ہڈے ملا اور حضرت مولانا عبد الغفور صواتی المعروف بہ حضرت صوات صاحب ؒ ان دونوں شخصیات نے ایک عرصہ تک علم جہاد بلند رکھا اور انگریزوں کے چھکے چھڑا دیئے سرحد اور قبائل میں ان حضرات کا ایک وسیع حلقہ مریدین کا تھا۔ ان کے بعد حاجی ترنگ زئی جو کہ مولانا نجم الدین ؒ کے خلیفہ اور جانشین تھے، ان کا حلقہ سرحد اور قبائل میں بہت زیادہ رہا۔ حاجی ترنگ زئی موضع اتمان زئی تحصیل چارسدہ ضلع پشاور کے رہائش تھے۔

حضرت شیخ الہند ؒ کی حاجی ترنگ زئی کو اپنی تحریک آزادی کی دعوت:

حضرت شیخ الہند ؒ نے مولانا عبید اللہ سندھی ؒ اور مولانا عزیر گل ؒ کو حاجی ترنگ زئی کے پاس (اپنی تحریک میں شامل ہونے کی دعوت دے کر)

بھیجا۔ استدعا کی کہ آپ آزاد قبائل یاغستان چلے جائیں اور وہاں پر مجاہدین کے مرکز کو سنبھالیں اسی کے ساتھ وہاں کے مجاہدین کو بھی خط لکھ دیا کہ حاجی صاحب کی تابعداری کریں۔

حاجی ترنگ زئی کی کمانڈ میں مجاہدین سرحد کا کارنامہ:

1914 عیسوی میں جب پہلی عالمی جنگ عظیم شروع ہوئی تو حضرت حاجی صاحب ؒ نے یاغستان جاکر مجاہدین کے کیمپ کو سنبھال لیا اور انگریز فوج کی پلٹنوں کو صاف کرنا شروع کر دیا۔ مجاہدین سرحد ان علاقوں کے محل وقوع بخوبی جانتے تھے اور انگریزی فوجیں ان علاقوں سے ناآشنا تھیں، یہ صرف میدانی علاقوں میں توپوں اور ٹینکوں کے سایہ تلے جنگ لڑنا جانتے تھے، جو فوج تجربہ کار تھی وہ جنگ عمومی کی وجہ سے جرمنی گئی ہوئی تھی۔ ادھر مجاہدین کی کوئی گولی اور کارتوس ضائع نہ جاتا تھا۔

سرحدی مجاہدین کے بارے میں ڈبلو ہنٹر کا تجزیہ:

"1863 عیسوی کی لڑائی میں ہم کافی نقصان اٹھانے کے بعد یہ سبق حاصل کیا تھا کہ مجاہدین کے کیمپ کے خلاف

مہم روانہ کرنا دنیا کے ترپین ہزار (53000) جنگجو اور بہادر انسانوں کی مجموعی طاقت کے ساتھ جنگ کرنا ہے۔

ملک کے دشوار گذار ہونے کی وجہ سے ہمارے سرحدی افسر قبائل کے مزاج اور آپس کے تعلقات کے متعلق اکثر

متذبذب رہتے ہیں اور کبھی ان باغیوں کو شکست ہوتی ہے تو وہ صرف مہابن کے اندر دشوار گذار دروں کے اندر چلے جاتے ہیں"(1)

اس جنگ کے بعد برطانوی فوجیوں کی لاشیں جگہ جگہ پڑی تھیں۔ یہ جنگ کوہستان میں ہونے والی جنگوں میں بہت شدید ترین اور دیرپا جنگ تھی جس میں برطانیہ کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ برطانوی حکومت نے اس جنگ میں ہونے والے نقصانات کو ظاہر نہیں کیا تا کہ ان کی بدنامی نہ ہو۔

میدان جنگ میں ناکامی کے بعد انگریز کا دوسرا حربہ:

بلآخر انگریز جنگ میں ناکامی کے بعد اپنے اصول کی طرف متوجہ ہوا جو کہ یہ ہے "ڈیوائڈ اینڈ رول" تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو اسی نعرہ کے تحت لاکھوں روپے اور جواہرات وہاں کے سرداروں میں غداروں کے ذریعہ تقسیم کروائے۔ چنانچہ ضلع پشاور کے کمشنر نے بونیر کے 200 لوگوں کو واپسی کے لیے تیار کر لیا، اسی طرح سوات کے سرداروں کو بھی راضی کر لیا گیا، جب یہ لوگ واپس ہو گئے تو اتحاد ٹوٹ گیا۔

(نقش حیات:2/190: میزان لاہور)

جعلی ملاؤں کا فتوی:

پھر انگریزوں نے جعلی اور حکومتیں ملاؤں سے یہ فتوی منگوایا کہ افغانستان کا امیر تمہارا امیر ہے اور حاکم وقت کی اجازت کے بغیر تمہارا جہاد درست نہیں، لہذا پہلے تم امیر سے اجازت نامہ حاصل کر لو اس کے بعد تم جہاد کرنا اس فتوی کے بعد بہت سے مجاہدین منتشر ہو گئے۔

یوں جو کام انگریزی فوجوں اور توپوں نے نہ کیا وہ کام پیسے نے کر دکھایا اور مجاہدین کے اندر انتشار ہو گیا۔ باقی جو مجاہدین رہ گئے تھے وہ آخر تک انگریز سے لڑتے رہے لیکن جب تعداد گھٹتے گھٹتے بہت کم رہ گئی تو مجاہدین منتشر ہو گئے۔ حضرت حاجی ترنگ زئی صاحبؒ (اصل نام فضل واحد تھا) اپنے مخلص ساتھیوں کے ساتھ خفیہ مہمند میں جا کر رہنے لگے اور وہی پر حضرت حاجی صاحب کا انتقال ہوا۔ مولانا سیف الرحمن صاحب اور دیگر مجاہدین کابل افغانستان جا کر رہنے لگے۔

شیخ الہند کی تحریک افغانستان میں:

شیخ الہندؒ نے افغانستان سے ربط بڑھانے کے لیے اپنے ان طالب علموں جن میں حضرت شیخ الہندؒ کے مریدین بھی تھے اور دارالعلوم دیوبند سے فاضل بھی تھے، اس کام کے لیے متحرک کیا۔ چنانچہ حضرت کے شاگردوں نے محنت کر کے ایک جماعت حضرت شیخؒ کی تحریک کے لیے تیار کی، اس جماعت کو حضرت شیخ کی ضرورت پیش آئی تو حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے خاص شاگرد کو ان مجاہدین کی کمانڈ کے لیے منتخب کیا اور وہ شاگرد حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ تھے، جو افغانستان میں چھ سال تک اس خدمت کو سرانجام دیتے رہے۔

انگریز کا کابل سے دہلی کا اتصال ختم کرنا:

باہر کی سلطنتوں میں سب سے زیادہ ہندوستان کو آزاد دیکھنا سلطنت کابل کو پسند تھا اسی وجہ سے سلطنت کابل نے مغلیہ سلطنت میں بھی ہندوستان کی امداد کی اور اس کے بعد بھی جب ضرورت پڑتی تو ہندستان کی امداد کے لیے پہنچ جاتے تھے۔

انگریز بھی اس بات کو خوب جانتے تھے چنانچہ اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے انگریز نے ہندوستان پر قبضہ سے پہلے کابل اور دہلی کا رابطہ منقطع کرنا ضروری سمجھا اور پنجاب پر قبضہ کر کے دہلی اور کابل کے اتصال کو ختم کر دیا، اس کے بعد ہندوستان پر قبضہ کیا۔

شیخ الہندؒ کا مولانا عبید اللہ سندھیؒ کا کابل روانہ کرنا:

شیخ الہندؒ نے مولانا سندھیؒ کو اپنی تحریک افغانستان میں کمانڈر فراہم کرنے کے لیے روانہ کیا۔

اس انتخاب کی کارگزاری میں ہم مولانا سندھیؒ کے الفاظ نقل کرتے ہیں:

"ایک دن مجھے شیخ الہندؒ نے فرمایا "عبید اللہ افغانستان چلو" میں نے پوچھا حضرت کیوں؟

اس پر حضرت شیخ الہندؒ خاموش ہو گئے اور کچھ نہ فرمایا، دوسرے دن پھر حضرت نے فرمایا:

"عبید اللہ افغانستان چلو" میں نے پوچھا حضرتؒ کیوں؟ اس پر حضرتؒ خاموش تو ہو گئے

لیکن چہرے پر ناراضگی کے اثرات بہت نمایاں تھے۔ اب میں بڑا پریشان دعائیں مانگنے لگا

کہ حضرت مجھے پھر حکم دیں اور میں بلا چوں چرا تسلیم کر لوں، خوش قسمتی سے حضرت نے

تیسرے دن پھر فرمایا: "عبید اللہ افغانستان چلو" میں بڑا مسرور ہوا اور تعمیل حکم کے لیے

فوراً تیار ہو گیا۔(1)

مولانا سندھیؒ صاحب کی کابل روانگی:

حضرت شیخ الہندؒ کے حکم کے بعد حضرت سندھیؒ دیوبند سے روانہ ہوئے اور سندھ پہنچے، اپنے ساتھ سفر کے لیے رفقاء کو تیار کیا اور جب سندھ میں تھے تو مولانا عبد الرحیمؒ سندھی کی بیوی اور لڑکیوں نے اپنے تمام زیور بیچ کر زادِ راہ مولانا سندھیؒ کو دے دیا، مولانا عبد الرحیم سندھیؒ مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو چھوڑنے کوئٹہ تک ساتھ آئے مولانا سندھیؒ بلوچستان کے راستہ سے بغیر کسی پاسپورٹ کے افغانستان میں داخل ہوئے۔

مولانا سندھی صاحبؒ افغانستان میں:

15 اپریل 1915 عیسوی کو حضرت افغانستان میں داخل ہوئے، یہ سورا ایک کا علاقہ تھا افغانستان کے علاقہ کے امیر نے یہ دیکھ کر کہ بغیر پاسپورٹ کے ہیں حضرتؒ پر شکوک وشبہات کیے چناچہ چند سوالات کیے جن کے حضرت نے بہت اچھے جوابات دیے، اس کے بعد حضرت کو معزز مہمان بنایا اور قندھار کی طرف روانہ کر دیا۔

قندھار میں:

جب حضرت قندھار پہنچے تو وہاں حضرت کو دو ایسے شخص ملے جن سے حضرت کا پہلے سے تعلق تھا اور ایک تو سندھ میں مل چکے تھے، ان دونوں کا نائب الحکومت سے بھی اچھا تعلق تھا تو انہوں نے اچھی تواضع کی ااور کابل کے لیے روانہ کیا، ساتھ ہی وہاں کے دوستوں کو تعارفی خط بھی لکھ دیئے۔

1۔(نقش حیات:2/148:میزان لاہور)

(زاتی ڈائری مولانا عبید اللہ سندھیؒ:6،5،4،3)

کابل میں:

کابل میں حضرت شیخ ابراھیم کے گھر اترے اور سپہ سالار نادر خان اور سردار محمود خان سے ملاقات کی، ان سب نے مل کر خصوصا نادر خان اور محمود خان نے تمام بندوبست یہاں کے رہنے کا کر دیا۔ جو سرکاری مسائل تھے، ان کو بھی حل کر دیا، مذکورہ دونوں سپہ سالاروں کا دیوبند سے پہلے سے تعلق چلا آرہا تھا۔ اسی وجہ سے انتہائی اخلاص ومحبت کے ساتھ حضرتؒ کا اعزاز واکرام کیا۔ افغانستان میں شرعی فیصلوں کا ایک محکمہ ہے جسے (میزان التحقیقات الشریعہ) کہتے ہیں اس کے سربراہ قاضی عبدالرزاق صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے شاگرد تھے انہوں نے آگے نائب السلطنت اور امیر سلطنت سے ملاقات کا بندوبست کیا۔

نائب السلطنت امیر نصر اللہ خان سے ملاقات:

قاضی عبدالرزاق نے حضرت کے مشورے سے معین السلطنت سردار عنایت اللہ خان کے واسطہ سے امیر نصر اللہ خان سے ملاقات کروائی۔ دو گھنٹہ کی ملاقات میں امیر نے سوالات کیے حضرت نے ان کے تشفی بخش جوابات دیے، جس سے امیر بہت محظوظ ہوئے اور کہا کہ اس کا فارسی میں خلاصہ لکھ دیں۔ حضرتؒ نے اس مذاکرہ کا فارسی میں شیخ ابراھیم کی مدد سے خلاصہ لکھ دیا، اس بات کو دیکھ کر نائب امیر نے امیر سلطنت سے ملاقات کا انتظام کر دیا۔

امیر سلطنت حبیب اللہ خان سے ملاقات:

ایک دن نائب امیر نے حضرتؒ کو قصر عمارہ پر عصر کی نماز کے بعد بلوایا، امیر سلطنت کمرے میں بعد میں تشریف لائے حضرتؒ، نائب امیر اور امیر سلطنت کے علاوہ وہاں کوئی اور نہ تھا۔ امیر سلطنت نے حضرت کا فارسی والا عریضہ پڑھا، آخر میں دعائیہ کلمات پڑھ کر بہت متاثر ہوئے اور کام کرنے کا حکم دیا۔ یہ بھی فرمایا: "اپنے ساتھ اپنے وطن کے غیر مسلموں کو شامل کرو"۔ عملی طور پر تو امیر حبیب اللہ خانؒ کوئی مدد نہ کر سکے لیکن حضرتؒ نے ان کو اپنا ہم خیال بنالیا۔

ہندوستانی مشن سے ملاقات:

1914 عیسوی میں جنگ عظیم شروع ہوئی تو یورپ کے ہندوستانی جرمنی برلن میں جمع ہوئے اور "انڈین نیشنل پارٹی" کا قیام وجود میں آیا یہ جماعت ہر دیال اور مولوی برکت اللہ کے زیر نگرانی تھی بعد میں جرمنی اور ترکی سے یہ لوگ مشن پر آئے، ان میں راجہ مہندر پرتاب بھی تھے۔ جرمنی اور ترکی کے لوگوں کو یہ لوگ کچھ زیادہ گائیڈ نہ کر سکے، کیونکہ شمال مغرب ہند سے یہ لوگ اچھی طرح واقف نہ تھے، حضرت سندھیؒ نے ان سے ملاقات کی اور ان کی خوب رہنمائی کی یہ سب بہت خوش ہوئے۔ لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

ہندوؤں کی غلط فہمی:

مشن کے ہندو ممبروں سے ملاقات کے بعد حضرت نے محسوس کیا کہ ہندو اس دعوی پر قائم ہیں کہ ہندوستان ہندوؤں کا ہے اور مسلمان انگریزوں کی طرح بیرونی لوگ ہیں، اس پر حضرتؒ نے اپنی ذاتی ڈائری میں فرمایا:

"۔۔۔۔ ہندوستانی مسلمانوں کی عام آبادی خصوصاً طبقہ سافلہ کاشتکار، مزدور ہندو بزرگوں کی اولاد ہے جو اسلام قبول کر چکے ہیں، جو بزرگ فاتحانہ ہند میں داخل ہوئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے اور خاندان اس نئے مذہب اور تمدن کو ہند میں قائم کرنے کی کوشش کرتے رہے، ان کی اولاد اول درجہ کی ہندوستانی ہے۔ ہندو قوموں کا نومسلم اور اسلامی فاتحین کی اولاد میں فرق کرنا نہایت حماقت آمیز جہالت ہے"۔(1)

جمعیۃ الانصار کے قیام کے بعد کافی حد تک ہندوؤں کا یہ نظریہ ختم ہو گیا تھا اور ہندو مسلم اتحاد قائم ہو گیا تھا۔

تنظیم جنود اللہ کا قیام:

جنگ عظیم اول جب شروع ہوئی تو ترکی کی طرف سے جہاد کرنے کے لیے لاہور سے چند کالج کے لڑکے روانہ ہوئے۔ پشاور سے مزید ساتھی ان کے ساتھی ہو لیے، افغانستان باڈر کراس کرنے کے بعد افغان پولیس نے ان کو اپنی حراست میں لے لیا۔ جب رہا کیا تو ان کو بھی اسی جگہ ٹھہرایا جہاں حضرت سندھیؒ اور ان کے رفقاء کو ٹھہرایا ہوا تھا۔ حضرت سندھیؒ نے جب ان سے بات چیت کی تو پتہ چلا ان ساتھیوں میں آپس میں اختلافات ہو چکے ہیں لہذا حضرتؒ نے ان کو فرداً فرداً ترغیب دے کر ان کو اصل مقصد یاد دلایا اور بعد میں کہا کہ آپ وہاں نہ جائیں، بلکہ یہیں ہمارے ساتھ کام کریں چنانچہ سارے طلبہ تیار ہو گئے۔ ادھر حاجی ترنگ زئی کی شکست کے بعد مولوی سیف الرحمن بھی کابل آ گئے تھے اور کچھ لوگ ہندوستان سے آ گئے تھے جن کا تعلق جمعیۃ الانصار سے تھا، تو حضرتؒ نے "جنود اللہ" نامی تنظیم بنائی، اس تنظیم میں مذکورہ تمام احباب تھے۔

روس، استنبول اور جاپان کا مشن:

ہندوستانی مشن نے ان مشنوں کو روانہ کیا، روسی مشن گیا تو وہ تاشقند میں روسی سرحد کے قریب گرفتار ہو گیا اگرچہ بعد میں رہائی ہو گئی لیکن مشن ناکام ہو گیا۔ اس کے بعد جاپانی اور ترکی کے مشن روانہ ہوئے، ترکی کا مشن انگریزوں کے ہاتھ ایران میں گرفتار ہوا اور جاپان کا مشن روس میں گرفتار ہوا۔ اس کے بعد افغان حکومت نے برٹش حکومت کے پریشر کی وجہ سے ان مشنوں کے افراد کے خلاف کارروائیاں کی۔

1۔(علمائے ہند کا شاندار ماضی: 5/ 444: مکتبہ رشیدیہ)

مولانا سندھیؒ کی افغانستان میں کامیابیاں:

أ. جرمن اور ہندوستانی مشن کو صحیح مقام پر کھڑا کرنا۔

ب. راجہ مہندر پرتاب کو صحیح راستہ پر گامزن کرنا۔

ج. روسی، جاپانی اور ترکی مشن میں عمدہ کارروائیاں انجام دیں۔

د. اپنا قوی اثر، دولت افغانیہ پر بڑھایا۔

ہ. انہوں نے عمومی طور پر بھی افغانی حکام کو اپنا ہم خیال بنایا، اسی وجہ سے جب امیر افغانستان نے اپنے حکام سے انگریز کے خلاف جنگ کا مشورہ کیا تو سب یک زبان تھے اور سندھی صاحبؒ کے ہم خیال تھے امیر صاحب یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔

و. آئندہ آنے والے امیر امان اللہ خان بھی ان کے ہم خیال تھے۔

ز. جنود اللہ کی بہترین نمائندگی کی۔

ح. راجہ مہندر پرتاب کا اثر و رسوخ بھی انہیں کی وجہ سے دولت افغانیہ پر تھا۔

ط۔ شیخ الہندؒ کی تحریکات کو اس قدر مقبول کر دیا کہ جب حضرت شیخ الہندؒ کا انتقال ہوا تو امیر افغانستان نے فاتحہ خوانی کروائی اور حضرت شیخ کی تعریف میں کلمات کہے۔(1)

حضرت سندھی کی وفات:

حضرت سندھیؒ اپنے مرشد اور مربی کے حکم سے ہجرت کی اور سات سال سات دن افغانستان میں اور چند سال روس پھر بارہ سال سعودی عرب میں رہ کر 1939 عیسوی میں واپس آئے، 25 سال تحریک آزادی کے لیے جلاوطن رہے۔ 21 اگست 1944 عیسوی کو دین پور میں انتقال ہوا۔ آزادی حاصل کرنے کے لیے جلاوطن رہے اور انگریزوں سے آزادی ملتے نہ دیکھ سکے۔

شیخ الہندؒ کی حجاز روانگی:

کابل سے تعلقات حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی کوششوں سے بحال ہو گئے تھے، لیکن سلطنت عثمانیہ سے ابھی تعلقات قائم نہیں ہو سکے تھے انہیں تعلقات کو بحال کرنے کے لیے شیخ الہندؒ نے حجاز کا سفر کیا۔ عوام میں مشہور ہو گیا کہ حضرتؒ ہمیشہ کے لیے ہجرت کر کے حجاز جا رہے ہیں، حضرتؒ نے وفات کے خوف سے میراث بھی تقسیم کر دی اور گھر کا ضروری بندوبست بھی کر دیا، ان امور سے عوام کا خیال اور پختہ ہو گیا اسی وجہ سے راستہ میں آنے والے تمام سٹیشنوں پر عوام کا ایک جم غفیر امڈ آیا، ہر اسٹیشن پر اتنے لوگ تھے کہ مصافحہ بھی ممکن نہ رہا۔

1۔(نقش حیات:2/188،187،186:میزان لاہور)

1333 ہجری مطابق ستمبر 1915 عیسوی کو حضرت شیخ الہندؒ دیوبند سے روانہ ہوئے۔

گرفتاری وارنٹ:

انگریزی حکومت یہ بات جان چکی تھی کہ حضرتؒ سلطنت عثمانیہ سے تعلقات بحال کرنے جا رہے ہیں انہوں نے حضرتؒ کے گرفتاری کے احکامات جاری کر دیے۔ جنگ عظیم جاری تھی اور عمومی جنگ کے دوران انگریز اندرونی شورش سے بچنا چاہتے تھے، اس وجہ سے گرفتاری عمل میں نہیں لائی جا سکی۔ حضرتؒ دہلی پہنچے تو ٹرین میں تاخیر تھی تو ڈاکٹر انصاریؒ جنہوں نے سفر کے سارے انتظامات کیے تھے ان کے گھر چائے نوش فرمائی ۔پھر بمبئی پہنچے، یہاں کی حکومت کو بھی گرفتاری کے آڈر تھے لیکن عوام کے جم غفیر کی وجہ سے گرفتاری ممکن نہ تھی، حضرتؒ جہاز میں سوار ہوئے ،انگریز حکومت نے جہاز کے کپتان کو بھی گرفتاری کے احکامات دیے لیکن وہاں پر ڈاکٹر انصاری کے لوگ موجود تھے انہوں نے وارنٹ اس وقت کپتان کو دیے جب حضرتؒ حجاز میں قرنطینہ ہو چکے تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ حجاز میں:

حضرتؒ جب حجاز میں پہنچے تو ترکی حکومت کو اطلاع ہوئی کہ حضرتؒ کے ساتھ کچھ ایسے لوگ ہیں جو انگریز سی، آئی، ڈی، کے آدمی ہیں، ترکی پولیس نے مشتبہ افراد کو حراست میں لے لیا اور ان کو حج کروا کر واپس بھیج دیا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے ایک ترکی زبان کا ترجمان ساتھ لیا اور غالب پاشا (جو کہ اس وقت گورنر حجاز تھے) سے ملاقات کے لیے چلے گئے۔

گورنر حجاز سے ملاقات:

گورنر حجاز سے ملاقات میں حضرتؒ نے تمام احوال تحریک آزادی ہندوستان کے بیان کیے اور گورنر حجاز سے تعاون کی اپیل کی، گورنر حجاز غالب پاشا نے کہا کہ آپ کل تشریف لائیں، اس اثنا میں غالب پاشا نے حضرتؒ کی شخصیت کے متعلق ہندوستانی تاجروں سے پوچھ تاچھ کی، تاجروں نے حضرتؒ کی علمی شان اور وقار اور ہندوستان میں ان کا مقام کا بتایا تو غالب پاشا مطمئن ہو گیا۔ اگلے دن جب حضرتؒ تشریف لائے تو ان کا بڑے پر تپاک انداز میں استقبال کیا، تحریک آزادی سے متعلق دونوں کے درمیان تفصیلی گفتگو ہوئی، غالب پاشا نے کہا کہ عنقریب ہماری اور ہمارے حلفاء کی صلح کی بیٹھک ہونے والی ہے ہم وہاں اس بات کو رکھیں گے، لیکن تم ہندوستان جا کر اس تحریک کو مزید تقویت دو، حضرتؒ نے بتایا کہ وہاں جاتے ہی مجھے انگریز گرفتار کر لیں گے۔ اس کے بعد حضرتؒ نے غالب پاشا کو انور پاشا سے ملاقات کے بارے میں کہا کہ وہ انور پاشا سے ملنا چاہتے ہیں، غالب پاشا نے ایک تحریر گورنر مدینہ کے نام لکھ دی کہ یہ متعمد علیہ شخص ہیں ان کو انور پاشا تک پہنچا دیا جائے۔

گورنر مدینہ بصری پاشا سے ملاقات:

گورنر مدینہ بصری پاشا کو ملاقات سے پہلے کسی نے حضرتؒ کے بارے میں بدظن کر دیا گورنر مدینہ ملاقات سے گھبرائے، حضرتؒ نے غالب پاشا کو صورتحال سے بصورت خط آگاہ کر دیا، گورنر مکہ نے بصری پاشا کو تاکیدی خط لکھا اس کے بعد بصری پاشا نے حضرتؒ کا اعزاز و اکرام کیا، بعد ازاں پتا چلا کہ انور پاشا اور جمال پاشا جلد مدینہ آرہے ہیں لہذا استبول جانے کی ضرورت نہیں ملاقات یہیں ہو جائے گی۔

انور پاشا اور جمال پاشا سے ملاقات:

انور پاشا ترکی حکومت کے وزیر جنگ تھے، جمال پاشا جنوب مغربی محاذ کے کمانڈر تھے، یہ دونوں جب مدینہ آئے تو راستہ میں مولانا حسین احمد مدنیؒ نے حضرتؒ کا خط انور پاشا اور جمال پاشا تک پہنچایا، مغرب کے بعد ملاقات طے ہوئی، حضرتؒ اور مولانا خلیل احمدؒ تشریف لے گئے، بند کمرہ میں ان حضرات کے علاوہ انور پاشا اور جمال پاشا موجود تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے غالب پاشا کا خط دکھایا، انور پاشا اور جمال پاشا خط دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور تحریک جاری رکھنے کی ہدایت کی، حضرتؒ نے انور پاشا سے گزارش کی کہ انہیں یاغستان پہنچا دیا جائے، انور پاشا نے کہا کہ یہ ممکن نہیں کیونکہ

ایران میں روس نے اپنی فوجیں اتار دی ہیں وہاں سے ہمارا رابطہ افغانستان سے کٹ گیا آپ کو اگر ہندوستان میں گرفتاری کا ڈر ہے تو آپ یہیں حجاز سے یا پھر ترکی میں رہ کر اپنی تحریک کی نگرانی کریں، ملاقات بہت خوشگوار رہی۔ انور پاشا نے حضرتؒ سے امداد کا وعدہ بھی کیا اور کہا کہ ہم جلد تمہیں تمہاری خواہش کے مطابق تحریر بھی دیں گے۔ چنانچہ جب انور پاشا دمشق گئے تو وہاں سے انہوں نے تحریر لکھ کر بھیج دی جس میں ہندوستانیوں کے ساتھ اعانت کا وعدہ تھا اور یہ بھی تھا کہ مولانا محمود حسنؒ پر ہندوستانی اعتماد کریں اور ان کی امداد بھی کریں۔

حضرت شیخ الہندؒ کا طائف میں محصور ہونا:

حضرت شیخ الہندؒ مدینہ سے مکہ آئے اور ملاقات کے بعد کچھ دن بامر مجبوری طائف ٹھہرے، حضرتؒ کو کشف سے پتہ چل گیا تھا کہ طائف میں فتنہ شروع ہونے والا ہے لیکن اللہ کی رضا میں راضی رہے اور چند دنوں کے بعد شریف مکہ نے طائف پر حملہ کر دیا، رمضان بھی یوں ہی گزرا، ہر طرف سے بمباری ہوتی رہی، مسجد ابن عباس میں بھی الم تر سے تراویح ہوئی اور بعض دفعہ تو اس کا بھی موقع نہ مل سکا۔ 6 شوال کو طائف والے شہر سے باہر نکلے تو حضرتؒ بھی باہر آئے باغی کیمپ کے سربراہ شریف حسین نے حضرتؒ اور آپ کے رفقاء کے لیے مکہ جانے کا انتظام کر دیا، تقریباً ڈیڑھ ماہ مکہ میں محصور رہے اور اسی دوران مکہ میں حج کا ارادہ کر لیا۔

خطوط ریشمی رومال:

1916 عیسوی میں مولانا عبید اللہ سندھی اور مولانا منصورؒ نے چند خطوط کے اندر گذشتہ کی کارگزاری اور آئندہ کا لائحہ عمل لکھ کر نو مسلم نوجوان شیخ عبد الحق کو دیے، ہدایت کی کہ یہ خطوط شیخ عبد الرحیم سندھی تک پہنچا دیں۔ شیخ عبد الحق نے یہ خطوط اللہ نواز کو دیے اور اس نے یہ خطوط اپنے والد حق نواز کو دیے، اس نے سرمائیکل کو یہ خطوط دے دیے۔ یوں یہ سارے خطوط برطانوی حکومت کے ہاتھ لگ گئے، انہوں نے اس کے بعد اس تحریک کے بارے میں اور سخت مؤقف اختیار کر لیا، مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور ان کے رفقاء کابل اور شیخ الہندؒ اور ان کے رفقاء مکہ سے گرفتار کر لیے گئے۔

مولانا سندھیؒ اور ان کے رفقاء کی گرفتاری اور نظر بندی:

ریشمی خطوط کے واقعہ کے بعد مولانا سندھیؒ اور ان کے رفقاء کو یکم رمضان 1335ھ میں گرفتار کر لیا گیا اور ایک کمرہ میں (جس میں بمشکل دس آدمیوں کے رہنے کی جگہ تھی) وہاں قید کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ انگریز کے دباؤ پر کیا گیا۔ پھر چند دنوں بعد ایک علاقہ میں خیمہ لگا کر وہاں منتقل کیا گیا ،اس کے بعد جلال آباد میں منتقل کیا گیا یہیں پر امیر افغانستان امیر حبیب اللہ خان کے قتل کی خبر ملی اور امیر امان اللہ خان کو نیا امیر افغانستان مقرر کیا گیا۔

شیخ الہندؒ اور ان کے رفقاء کی گرفتاری:

انگریز نے شریف مکہ پر شیخ الہندؒ اور ان کے رفقاء کی گرفتاری کے لیے پریشر ڈالا اور بہانہ یہ بنایا گیا کہ ایک فتویٰ جس میں ترکی بادشاہوں کی تکفیر اور شریف مکہ کے مناقب بیان کیے گئے تھے، مرتب کیا اور اس پر علماء کے دستخط لیے گئے بعض علماء نے دستخط کر بھی دیے لیکن حق پرست علماء نے خاموشی اختیار کی، شیخ الہندؒ کے سامنے جب یہ فتویٰ آیا تو حضرتؒ نے اس پر دستخط سے صاف انکار کر دیا یوں جو علماء خاموش تھے انہوں نے بھی اس کی تردید شروع کر دی، اس پر شریف مکہ ناراض ہوا اور حضرتؒ اور ان کے ساتھیوں کے گرفتاری کے احکامات جاری کر دیے، بہت کوشش کی گئی کہ حضرتؒ گرفتار نہ ہوں لیکن حضرتؒ سے پہلے مولانا عزیر گلؒ اور مولانا حکیمؒ کو گرفتار کر لیا گیا تھا شریف مکہ نے دھمکی دی کہ اگر حضرتؒ پیش نہ ہوئے تو ان دونوں حضرات کو گولیوں سے اڑا دیا جائے گا، یہ بات سن کر حضرتؒ نے خود گرفتاری دے دی، ہندوستانی تاجروں نے شریف مکہ سے حضرتؒ کے بارے میں سفارش کی لیکن شریف مکہ نے یہ کہ کر معذرت کر لی کہ انگریز سے ہماری یاری نئی نئی ہے اسے ہم دیر تک قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد حضرتؒ اور آپ کے رفقاء کو جدہ بھیج دیا گیا اور پھر وہاں سے سوئز، سوئز سے قاہرہ اور قاہرہ سے "جیز" جو جنگی مرکز تھا وہاں بھیج دیا گیا، وہاں پر انگریز افسران نے تنہا تنہا ان حضرات سے سوالات کیے اور اس کے بعد کال کوٹھڑیوں میں ڈالتے گئے، حضرتؒ سے جب سوالات کئے گئے تو آپ نے نہایت بے التفاتی سے جوابات دیے، انگریز ایک ہندوستانی کی یہ جرات دیکھ کر حیران رہ گئے۔

جیزہ جیل میں:

جیزہ جیل میں تمام حضرات قید رہے ایک گھنٹہ کے لیے باہر نکال کر الگ الگ چہل قدمی کرواتے پھر دوبارہ کال کوٹھڑی میں ڈال دیا جاتا، ایک ہفتہ تک تو ملاقات بھی نہ ہو سکی، پھر چہل قدمی کے لیے ایک ہی وقت مقرر کیا گیا اسی دوران ملاقات بھی ہو جاتی۔ حالات سے یہی محسوس ہو رہا تھا کہ اب پھانسی کا حکم آیا لیکن انگریز حکومت ثبوت فراہم نہ کر سکی، لہذا مالٹا منتقل کر دیا گیا۔

مالٹا جیل میں:

15 فروری 1917 کو جیزہ سے روانہ ہوئے اور 21 فروری کو مالٹا پہنچے، مالٹا میں شام کے وقت جہاز سے اتارا گیا۔ مالٹا کے اجمالی حالات پر تبصرہ کے لیے ہم حضرت مدنیؒ کا اقتباس نقل کرتے ہیں:

"تمام اسیر تقریباً تین ہزار تھے، جن میں نصف جرمن تھے اور باقی آسٹرین، بلغاری، ترکی، مصری شامی وغیرہ تھے، چونکہ اس مجمع میں ہر قسم اور لیاقت اور مختلف زبانوں کے لوگ تھے اور کوئی کام اور خدمت کسی کے ذمہ نہ تھی، اس لیے ترقی پسند لوگوں کو اس بات کی فکر لازم تھی کہ وہ اپنی عمر کا یہ حصہ ضائع نہ کریں، اس لیے عموماً لوگوں نے اپنے اوقات کو تحصیل علم اور زبان کے سیکھنے میں صرف کیا، اس مجمع میں بڑے بڑے پروفیسر مختلف زبانوں اور فنون کے موجود تھے، ہر علم اور زبان

کی کتابیں یا تو وہیں مل جاتیں تھیں، ورنہ دیگر ممالک سے منگوالی جاتی تھیں، اس لیے یہ اسارت گاہ ایک اچھی خاصی یونیورسٹی بن گیا تھا، خصوصاسیاسی امور تاریخی حالات اور بالخصوص سیاست حاضرہ کے لیے تو گویا یہ جیل ایک بے نظیر کالج تھا جس میں نہ صرف فکری سیاست کے جاننے والے تھے بلکہ عملی سیاست کے اعلیٰ ماہرین موجود تھے، چونکہ سی، آئی، ڈی وغیرہ کے خطرات سے کامل اطمینان تھا، اس لیے ہر شخص آزادی کے ساتھ تبادلہ خیال کر سکتا تھا۔ ایک خاص بات یہ تھی کہ یہ تمام قیدی اتحادی طاقتوں بالخصوص انگریزی گورنمنٹ اور انگریزی قوم کے دشمن تھے، اعلانیہ انگریزوں کو برا کہتے تھے، انگریزوں کے کسی حلیف کی شکست کی خبر آتی تو خوشیاں منائی جاتیں، جھنڈے اڑائے جاتے اور اگر جرمن ترکی وغیرہ میں سے کسی کی شکست کی خبر آتی تو سب کے سب غمگین نظر آتے۔ اگرچہ ان تین ہزار کے مجمع میں مسلمان، عیسائی، یہودی یعنی مختلف مذاہب کے لوگ تھے، رنگتیں مختلف، ممالک مختلف، مگر ایک دوسرے کے درد و غم میں سب شریک تھے اور مصیبتوں نے سب کو اتحاد کے ایک رشتہ میں منسلک کر دیا تھا۔

۔۔۔۔۔حضرت شیخ الہندؒ سے عموماً ہر قوم کے ذی علم اور مقتدر حضرات کو بہت زیادہ ہمدردی تھی اور بہت زیادہ تعظیم سے پیش آتے تھے، عید کے ایام میں مسلمانوں کے علاوہ مقتدر جرمن اور آسٹرین ملنے اور مبارک باد دینے آتے، گل دستے وغیرہ پیش کرتے تھے، پرنس جرمنی جو قیصر جرمنی کا غالباً بھتیجا تھا اور آئڈن جہاز میں بحری کپتان فوج کے عہدے پر تھا۔۔۔۔وہ ہمیشہ شیخ الہندؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا، چند منٹ بیٹھتا اور چائے نوش کرتا، اس کے جواب میں حضرتؒ بھی دو، چار مرتبہ اس کے یہاں تشریف لے گئے، اگرچہ ملاقات مختصر فرمائی، جب کبھی راستہ میں مولانا کو دیکھ لیتا ٹوپی اتار کر سر جھکا کر سلام کرتا، حضرت شیخ الہندؒ کی صداقت، حقانیت، تقویٰ اور طہارت نے احباب ہی کو نہیں مسخر کر لیا تھا بلکہ دشمنوں کے دلوں میں بھی سکہ جمار کھا تھا، بڑے بڑے

فوجی افسر، جرنیل، کرنیل اور میجر مولانا کے سامنے نہایت تعظیم سے پیش آتے تھے، ٹوپی اتار لیتے تھے۔ حقیقت ہے "من کان للہ کان اللہ لہ" جو خدا کا ہو جاتا ہے خدا اس کا ہو جاتا ہے"۔(1)

حضرت شیخ الہندؒ کے اسارت کے زمانے میں ہندوستان کے حالات:

حضرتؒ کی گرفتاری کے بعد پورے ہندوستان میں گرفتاریاں ہوئیں، بہت سوں کو پھانسی دی گئی اور بہت سوں کو "کالے پانی" میں قید کر دیا گیا ،انہیں ایام میں کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جو "میثاقِ لکھنو" کے نام سے مشہور ہے۔ ہندوستان میں ہندو مسلم اتحاد توڑنے کے لیے انگریز نے فرقہ وارانہ فسادات شروع کروا دیے۔ 1917 میں انگریز نے یہ اعلان کیا تھا کہ جلد ہندوستان کو خود مختار کیا جائے گا لیکن جب جرمنی اور ترکی سے جنگ جیت لی تو ہندوستان کو غلامی کی زنجیر میں پہلے سے بھی زیادہ کس لیا۔

رولٹ رپورٹ پیش کی گئی اور اس میں مختلف قسم کے الزامات لگائے گئے۔ رولٹ رپورٹ کے بعد عجیب وغریب قانون بنا کر ہندوستانیوں پر مظالم ڈھائے گئے۔

1۔(علماءہند کا شاندار ماضی:5/255،254،253:رشیدیہ)

وہ قانون یہ ہیں:

1. ضمانتیں مچلکہ یا بغیر مچلکہ طلب کرنا۔
2. کسی شخص کی نقل وحرکت کو ایک جگہ محدود کرنا یا وہ اپنی نقل حرکت کی خبر خود دیتا رہے۔
3. بعض افعال سے باز رہنے کا حکم دینا مثلاً: اخبار نویسی، جلسوں میں شرکت وغیرہ
4. اس امر کا حکم دینا کہ کوئی شخص اپنی رپورٹ وقتاً فوقتاً پولیس کو جمع کروائے۔
5. گرفتا کرنا۔
6. وارنٹ کے تحت تلاشی لینا۔
7. غیر تعزیری حراست میں مقید رکھنا۔
8. جو ہندوستانی دیگر ممالک میں ہیں ان کا داخلہ ہندوستان میں بند کرنا۔(1)

اس طرح پنجاب میں مارشل لاء لگا کر دردناک مظالم ڈھائے گئے۔

1919 میں جمعیت علماء ہند کا قیام وجود میں آیا، جس کا مقصد 1857 کے بعد منتشر مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا تھا، 28 دسمبر 1919 کو اس کا پہلا اجلاس ہوا۔

شیخ الہندؒ کی رہائی اور وفات:

22 جمادی الثانی 1338ھ بمطابق 12 مارچ 1920ع کو حضرتؒ مع اپنے رفقاء رہائی پا کر مالٹا سے روانہ ہوئے، 7 جون 1920 کو ہندوستان پہنچے، ہر اسٹیشن پر زائرین کا ہجوم تھا، حضرتؒ کی زیارت سے لوگوں میں آزادی کا جذبہ اور زیادہ بڑھ گیا حضرتؒ کے آنے کے بعد مساجد لوگوں سے بھر گئیں مساجد میں جگہ ملنا مشکل ہو گئی۔

مسلم یونیورسٹی کی بنیاد علی گڑھ کے طلبہ نے رکھنی ضروری سمجھی اور اس کے لیے شیخ الہندؒ کو دعوت دی گئی، حضرت (باوجود ضعف اور مرض وفات کے) تشریف لے گئے اور اس کی بنیاد رکھی۔

خلافت کمیٹی نے آپ کی تحریک آزادی اور دیگر خدمات پر شیخ الہند کا خطاب دیا۔

مرض الوفات میں ہی 29 اکتوبر 1920 میں جمعیت علماء ہند کے دوسرے اجلاس کی صدارت فرمائی۔ اسی اجلاس کے ایک ہفتہ بعد 30 اکتوبر کو آپ کا انتقال ہو گیا۔ تمت بالخیر

1۔(علماء ہند کا شاندار ماضی:5/295،294:رشیدیہ)

مصادر و مراجع			
	کتاب	مصنف	مکتبہ
1	نقش حیات	مولانا حسین احمد مدنیؒ	مکتبہ میزان لاہور
2	علماء ہند کا شاندار ماضی	مولانا سید محمد میاں صاحبؒ	مکتبہ رشیدیہ، کراچی
3	بیس بڑے مسلمان	عبد الرشید ارشدؒ	مکتبہ رشیدیہ، لاہور